مطبوعات

قولِ سدید | تالیف: شکر اللہ خاں منصور صاحب بی، اے، ایل، ایل، بی۔ ناشر: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس، لاہور۔ صفحات ۴۰۶۔ قیمت درج نہیں۔ طباعت کا معیار گوارا۔

یہ کتاب اُس طویل سلسلۂ بحث و مناظرہ کی ایک کڑی ہے جو قریب قریب چالیس سال سے مرزا غلام احمد صاحب کے متبعین کے درمیان اس مسئلے پر چھڑا ہوا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ آخر تھا کیا۔ ایک گروہ کے نزدیک ان کا دعویٰ نبوت کا تھا۔ اور دوسرے کے نزدیک مجدد و مہدی اور مسیح موعود ہونے کا۔ یہ کتاب دوسرے گروہ کی طرف سے پہلے گروہ کے خلاف حجت کے طور پر لکھی گئی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب دونوں گروہوں کے لیے کافی وزنی حجتیں چھوڑ گئے ہیں۔ یہ بے چارے اگر قیامت تک بھی اس بحث کا سلسلہ جاری رکھیں تو کم از کم مرزا صاحب کے اقوال و افعال سے تو کوئی کسی پر حجت قائم نہ کر سکے گا۔

مرزا صاحب کی شخصیت "طرفہ تماشا" ہونے کی وجہ سے نفسیات کے ایک طالب علم کے لیے درحقیقت اپنے اندر بڑی دلچسپی کا سامان رکھتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے وہ ایک نبی اور ایک "متنبی" کی نفسیاتی کیفیات کا فرق بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ نبوت چونکہ کوئی کسبی چیز نہیں بلکہ وہبی ہے، اور اس کے اقرار و انکار پر ایمان و کفر کا دار و مدار ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس نعمت سے سرفراز فرمایا ہے ان کی بعض نفسیاتی خصوصیات بھی دوسرے لوگوں سے بالکل الگ رکھی ہیں۔ ان صفحات میں یہ موقع نہیں کہ ہم ان کی تفصیل بیان کر سکیں اس لیے یہاں ہم صرف تین چیزوں کا ذکر کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ انبیاء کی سب سے پہلی نفسیاتی خصوصیت یہ ہے کہ اُن کا ذہن نہایت ہی صاف شفاف ہوتا ہے ہر قسم کی فکری الجھن سے پاک اور منزہ۔ وہاں کی بات واضح اور دو ٹوک ہوتی ہے۔ ان کے کلام میں اضطراب کے بجائے وثوق ہوتا ہے۔ وہ نہ ژولیدہ بیان ہوتے ہیں، نہ متضاد باتیں کرتے ہیں، اور نہ دو رخی بات کیا کرتے ہیں۔ ان کی طبیعت میں سلامت، مزاج میں اعتدال، سیرت میں مضبوطی، ارادت میں پاکیزگی، معاملات

میں راست بازی، کلام میں صداقت اور قول و قرار میں پختگی ہوتی ہے۔

۲۔ وہ سوسائٹی کے بہترین اور شریف ترین انسان تو ضرور ہوتے ہیں، مگر نبوت کی جانب کسی تدریجی ارتقاء یا دانستہ پیش قدمی کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔ اُن کی گفتگو اور اندازِ زیست سے یہ بالکل پتہ نہیں چلتا کہ وہ کسی "خاص منصب" پر پہنچنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اُن کے الفاظ میں کوئی چیز اشارے یا کنایہ کی شکل میں بھی ایسی ظاہر نہیں ہوتی جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ حضرات اپنے سینے میں کچھ عزائم پال رہے ہیں جن کا اظہار موقع و محل کی موزونیت کے ساتھ ہونے والا ہے۔ ان کا دعوائے نبوت اچانک دنیا کے سامنے آتا ہے۔ اس سے ایک ساعت پہلے تک ان کے قریب ترین ماحول میں بھی کسی کے وہم و گمان میں یہ بات نہیں ہوتی کہ وہ عنقریب کوئی بڑا قدم اٹھانے والے ہیں۔ یہ اس بات کا ایک اہم ثبوت ہے کہ نبوت سراسر ایک وہبی چیز ہے۔ جو لوگ بالارادہ اپنی کوشش سے کچھ بنتے ہیں وہ ایک دن میں نہیں بن جاتے بلکہ تدریج ایک منزل کی طرف بڑھتے ہیں اور ان کی پیش قدمی کے مراحل سب کے سامنے گزرتے ہیں۔ اُن کے کام اور کلام اور اندازِ کار سے ایک دیدہ ور فوراً یہ بھانپ جاتا ہے کہ عنقریب کوئی "افشائے راز" ہونے والا ہے جس کے لیے پہلے سے تیاریاں ہو رہی ہیں، یا زمین ہموار کی جا رہی ہے۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے تو اپنے متعلق کسی قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کرتے لیکن جب انہیں اللہ تعالیٰ اس منصب پر فائز کر دیتا ہے تو پھر وہ اپنے مشن کا آغاز اسی دعویٰ سے کرتے ہیں۔ اس دعوے پر انہیں بے حد اصرار ہوتا ہے۔ اسی کے اقرار کو وہ ایمان اور اس کے انکار کو کفر قرار دیتے ہیں۔ اس دعویٰ میں وہ کسی قسم کی مداہنت یا مصالحت کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اپنے اس موقف سے وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹتے۔ وہ کبھی ایمان و ایقان کے معاملہ میں گوریلا وار نہیں لڑتے کہ جب موقع مناسب دیکھا تو ذرا ایک قدم آگے بڑھا لیا اور جب محسوس کیا کہ اب مخالفت زیادہ ہے، اور دشمن کی مزاحمت مضبوط ہے تو جھٹ سے دو تین قدم پیچھے کی طرف سرکا لیے۔ ان کے دل و دماغ کے کسی کونے میں کسی قسم کا کوئی تذبذب نہیں ہوتا۔ وہ نہایت واضح طور پر جانتے ہیں کہ اُن کا دعویٰ کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔

ان نفوسِ قدسیہ کے برعکس جو لوگ مفتری اور کاذب ہوتے ہیں، جو اپنی طرف سے باتیں گھڑ گھڑ کر، اور انھیں خدا کی طرف منسوب کر کے اپنی عظمت و سطوت کی دکان چمکانے کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں اپنے دعاوی پر کبھی قرار نہیں ہوتا۔ اُن کے دعاوی حالات کی گردش کے ساتھ ہر آن بدلتے رہتے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی ہی دعووں کی تعبیر میں گزر جاتی ہے۔ اُن کے اعتقادات صاف اور واضح نہیں ہوتے بلکہ وہ عقائد کی ایک بھول بھلیاں بناتے ہیں۔ ان کا سارا مذہب ایک چیستان ہوتا ہے اور یہ اپنے پیروؤں کو تاویلات کے ایسے گھنے جنگل میں لا کر چھوڑ دیتے ہیں، جہاں سے انہیں کہیں بھی سیدھی راہ نہیں ملتی۔ اُن کے دماغ میں سخت الجھاؤ ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ مبہم گفتگو کرتے ہیں اور کوئی چیز بھی وثوق کے ساتھ نہیں کہتے۔ وہ کسی وقت بھی اپنے موقف پر قائم نہیں رہتے۔ آج اگر وہ ایک چیز کہہ رہے ہیں تو کل دوسری اور پرسوں تیسری۔ اس وقت اگر ایک قول کی تعبیر اُن کے نزدیک ایک ہے تو دوسرے وقت میں بالکل دوسری۔

انہی وجوہ کی بنا پر آپ دیکھتے ہیں کہ کسی نبی کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سماج صرف دو گروہوں میں منقسم ہوتا۔ ایک اس کی نبوت کا اقرار کرنے والے، دوسرے اس سے انکار کرنے والے۔ اس کے برخلاف جن لوگوں نے ذہنی اختلال اور فکری انتشار کی وجہ سے چند بے سروپا باتیں کہنی شروع کیں، اور پھر انہیں غلطی سے الہام و وحی سمجھ کر یا قرار دے کر مختلف اوقات میں مختلف دعوے کیے۔ اُن کے متبعین کا اپنے رہبروں کے معاملہ میں کسی ایک نقطہ پر متحد نہ ہونا بالکل ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ یہی چیز ہم آج مرزا غلام احمد صاحب کے معتقدین میں پاتے ہیں۔ انھوں نے مختلف اوقات میں ایسی متضاد باتیں کہی ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ انہیں کیا سمجھا جائے۔ اسی لیے اُن کے اپنے ماننے والے ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر اُن کا موقف کیا تھا۔ قادیانی گروہ، جس کی سربراہی مرزا بشیر الدین محمود کر رہے ہیں، انہیں نبی مانتا ہے۔ اس کے برعکس لاہوری گروہ انہیں ایک مجدد خیال کرتا ہے۔ ایک نبی اور مجدد میں فرق اتنا واضح اور نمایاں ہوتا ہے کہ اس میں کسی التباس کی گنجائش نہیں ہوتی۔ دنیا کے دوسرے عجائبات کی طرح یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ اس دور میں ایک شخص کی دو رخی باتوں نے نبوت اور "تجدید" کو ایسا گڈمڈ کیا ہے کہ ابھی تک اُس کے بارے میں یہ جھگڑا جاری ہے کہ وہ نبی تھا یا مجدد؟

ان لوگوں نے غلطی سے یہ فرض کر لیا ہے کہ نبی اور مجدد میں کوئی نوعی فرق نہیں بلکہ نبی مجدد ہی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے۔ یہ نبوت کو سرکاری عہدوں کی طرح ایک اونچا عہدہ سمجھتے ہیں جس پر نیچے درجوں سے ترقی کرتے ہوئے ایک شخص پہنچ جاتا ہے، اور اس پر پہنچنے میں اس کی اپنی کوشش کا بھی کچھ دخل ہوتا ہے حالانکہ یہ سراسر باطل خیال ہے۔ نبوت ایک وہبی چیز ہے۔ وہ حاصل نہیں کی جاتی بلکہ عطا کی جاتی ہے۔ نبی ابتدا ہی سے براہ راست نبی مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ اس مقام تک پہنچنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کرتا اسے اس منصب کے اعلان کے لیے "تاویلات و تعبیرات کی پُرپیچ" راہوں پر سے گزرنا نہیں پڑتا۔ وہ زندگی میں صرف یہی دعویٰ کرتا ہے اور آخر دم تک اس پر قائم رہتا ہے۔ اس کے لیے نہ وہ حالات کے تیور دیکھتا ہے اور نہ اس کا طرزِ عمل ایک طالع آزما کا سا ہوتا ہے کہ پہلے ایک فیلر چھوڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کیا حالات اس قسم کے اعلان کے لیے سازگار بھی ہیں یا نہیں، اور پھر جب وہ انہیں حسبِ منشا پائے تو کچھ گول مول بات کر دے لیکن جب یہ محسوس کرے کہ ابھی فضا ہموار نہیں ہے تو فوراً اپنے دعوے سے دستبردار ہو جائے۔

مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت ایک ماہر سیاست دان کی طرح موقع کی مناسبت کے لحاظ سے ارتقائی منازل طے کرتی رہی ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے ایک خادمِ اسلام ہونے کا دعویٰ کیا اور دین کی اتنی خدمت نہ کی جتنا کہ اپنی اس خادمیت کا ڈھنڈورا پیٹا۔ اس کے بعد جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی یہ پریشان حال قوم جسے انگریز ملیامیٹ کرنے کے درپے تھا، کسی حد تک ان کی طرف متوجہ ہونے لگی ہے تو انھوں نے فوراً مجددیت کا دعویٰ کر دیا اور جب اس سادہ لوح قوم پر یہ جادو بھی چل گیا تو پھر اُس بے چاری کو نبوت کے دام میں پھنسانا شروع کیا۔ یہ ڈراما جس طریق سے کھیلا گیا وہ بڑا ہی دلچسپ ہے۔ ہم یہاں اس کی چند مثالیں دیتے ہیں:

مرزا صاحب نے سب سے پہلے اپنے آپ کو ایک سیدھا سادہ مسلمان ظاہر کیا:

"میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہلِ سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رُو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور

کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" (مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں"۔ (انجام آتھم۔ ص ۲۷)

"میں جانتا ہوں کہ ہر وہ چیز جو مخالف ہے قرآن کے وہ کذب و الحاد و زندقہ ہے۔ پھر میں کس طرح نبوت کا دعویٰ کروں جب کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں"۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۹۶)

"اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو اگر خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو۔ اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کیے جاؤ گے"۔ (آسمانی فیصلہ ص ۲۵)

اس کے بعد دیکھیے ولایت کے پردے میں حامل وحی اور صاحب معجزات ہونے کا دعویٰ کس انداز سے کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ایک اگلا قدم ہے، اس لیے بہت پھونک پھونک کر رکھا گیا ہے۔ اس میں لوگوں کے ردِ عمل کو بھی معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور دعویٰ کی زبان بڑی ہی نرم ہے:

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے"۔
(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ)

"اول اس عاجز کی اس بات کو یاد رکھیں کہ ہم لوگ معجزے کا لفظ اس محل پر بولا کرتے ہیں جب کوئی خرق عادت کسی نبی یا رسول کی طرف منسوب ہو۔ لیکن یہ عاجز نہ نبی ہے اور نہ رسول ہے صرف اپنے نبی معصوم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ خادم اور پیرو ہے اور اسی رسولِ مقبول کی برکت

اور متابعت سے یہ انوار و برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ سو اس جگہ کرامت کا لفظ موزوں ہے نہ معجزے کا۔" (مرزا غلام احمد قادیانی کا ارشاد مندرجہ اخبار الحکم قادیان نمبر ۲۳ جلد ۵ منقول از تمر الہدیٰ ص۵)

یہ قدم جما لینے کے بعد دعوائے نبوت کی طرف جس ہوشیاری کے ساتھ پیش قدمی کی گئی اُس کی ایک جھلک مندرجۂ ذیل اقتباس میں ملاحظہ فرمائیں:۔

"ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لیے محدَّث ہو کر آیا ہے اور محدَّث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لیے نبوتِ تامّہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خداوند تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ امورِ غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں۔ اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور مغزِ شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ اور بعینہٖ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے تئیں بآوازِ بلند ظاہر کرے۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔ اور نبوت کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں کہ امورِ متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں۔" (توضیح مرام ص۱۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

اس اقتباس کو بغور مطالعہ کیجیے اور دیکھیے کہ نبوت کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کس ہوشیاری اور احتیاط سے کام لیا جا رہا ہے۔ ان الفاظ میں اس بات کا پورا التزام موجود ہے کہ اگر ضرورت محسوس ہو تو نبوت سے فوراً دستکش ہو جانے میں بھی کوئی خاص زحمت پیش نہ آئے۔

اب ذرا اس سفر کے اگلے مراحل ملاحظہ ہوں۔ پہلے مسیح موعود ہونے سے انکار کر کے صرف "مثیلِ مسیح" ہونے کا دعویٰ کیا گیا:

"اس عاجز نے جو مثیلِ موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو، بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پاکر براہینِ احمدیہ کے کئی مقامات پر بہ تصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابنِ مریم ہوں، جو شخص یہ

الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ کے خدائے تعالیٰ نے میری فطرت میں رکھے ہیں۔"

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۱ر فروری ۱۸۹۱ء)

لیکن کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ تحفہ گولڑویہ میں صاف صاف "مسیح موعود" ہونے کا دعویٰ کر دیا گیا جس سے پہلے انکار کیا گیا تھا:

"میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو گا۔"

پھر ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونے کا دعویٰ کیا گیا، اور اس کے لیے لفظ خاتم النبیین کی ایک نرالی اور عجیب و غریب تاویل گھڑی گئی:

"اسی طرح اوائل میں میرا عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹)

"خدا نے اس زمانے میں محسوس کیا کہ یہ ایسا فاسد زمانہ آگیا ہے جس میں ایک عظیم الشان مصلح کی ضرورت ہے اور خدا کی مُہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حقیقۃ الوحی ص ۹۶)

اس طرح زمین ہموار کرکے آخرکار صاف صاف نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا گیا:

"پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی سے ڈروں" (رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ")

"اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

ہم حیران ہیں کہ مرزا صاحب کے اس ریکارڈ کو دیکھ کر اگر کوئی ان کو نبی مانتا ہے تو کیسے، اور مجدد مانتا ہے تو کیوں۔ یہ یا تو ایک ہذیانی مریض کا ریکارڈ ہے، یا پھر ہلکے سے ہلکے الفاظ میں ایک فریب کار انسان کا ریکارڈ۔ نبوت کا دروازہ اگر کھلا ہوا بھی ہوتا تو کوئی صاحب عقل و خرد آدمی ان چالاکیوں اور احتیاطوں کے ساتھ تدریج بننے والے شخص کو کبھی نبی ماننے کے لیے تیار نہ ہو سکتا تھا۔ رہا مجدد کا مقام، تو وہ بھی کسی ایسے آدمی کے لیے موزوں نہیں جو خدمتِ دین کا نام لے کر اٹھے اور آئے دن نت نئے دعوے کر کے فتنوں کی فصل پر فصل بوتا چلا جائے۔ خصوصیت کے ساتھ ختمِ نبوت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا شخص تو (خواہ اس کا دعویٰ صریح ہو یا تاویلوں کے غلاف میں لپٹا ہوا) دین کا مجدد بہرحال نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے دائرۂ دین ہی میں کوئی جگہ نہیں کجا کہ دین کے اعلیٰ مراتب میں سے کوئی مرتبہ اس کو دیا جائے۔

جماعت اسلامی پاکستان بزبان انگریزی	مرتب و ناشر۔ ایم ٹی۔ فاروقی، سیکرٹری شعبۂ نشر و اشاعت جماعت اسلامی پاکستان۔ صفحات ۹۲ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

امسال مئی کے آخری ہفتہ میں امریکہ کے مشہور شہر شکاگو میں کتابوں کی ایک بین الاقوامی نمائش منعقد ہوئی۔ اس نمائش میں جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی مکتبہ نے بھی شرکت کی۔ موقع کی مناسبت اور اہمیت کے پیش نظر یہ ضروری سمجھا گیا کہ جماعت اسلامی پاکستان کا ایک مختصر سا تعارف پیش کیا جائے تاکہ جو حضرات جماعت

کے اسٹال پر تشریف لائیں وہ جان سکیں کہ جماعت کے اغراض و مقاصد کیا ہیں، اس کی تنظیم کن خطوط پر کی گئی ہے اور اس نے آج تک کیا کچھ حاصل کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اسی مقصد کے پیش نظر مرتب کی گئی ہے۔ اس میں مندرجۂ ذیل ابواب ہیں:۔

مغرب کے نام، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا کارنامہ۔ جماعت کی مطبوعات۔ بعض اہم مطبوعات کا تعارف جماعت اسلامی کے متعلق بعض اہم معلومات اور اعداد و شمار، مثلاً اس کی تنظیمی ساخت، مشاورتی کمیٹیاں، طریق کار، ارکان و متفقین، جمہوریت و ڈسپلن، کارکنوں کی تربیت، فلاح محنت کاراں، سوشل سروس، تعلیم بالغاں، اشاعت لٹریچر، اس کا مالیاتی نظام، دستور اور سیاسی کردار۔ فاضل مؤلف نے پہلے باب میں مختصر طور پر مگر نہایت سلجھے ہوئے انداز میں جماعت اسلامی کا مقصد وجود بیان کیا ہے اور اہل مغرب سے یہ دردمندانہ اپیل کی ہے کہ وہ اسلام اور اس کے بارے میں مسلمانوں کے نازک احساسات کو سمجھنے کی کوشش کریں کیونکہ جب تک وہ ان کے دین کے معاملہ میں اپنے رویہ کو بدلنے پر تیار نہیں ہوں گے، وہ مسلم قوم کے دل میں اپنے لیے عزت و احترام کی کوئی جگہ حاصل نہ کریں گے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے بالکل درست فرمایا ہے

"اہل مغرب کو غالباً ابھی تک اس امر کا احساس نہیں ہوا کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان کتنی کشیدگی اور بے اعتمادی مستشرقین کے اس مکروہ پراپیگنڈہ کی وجہ سے ہے جو وہ صدیوں سے اسلام کے خلاف کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی رنجیدگی کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ یہی ہے۔ اہل مغرب کے لیے یہ کسی طرح بھی درست نہیں کہ وہ اسلام کے خلاف ایسی بے بنیاد باتیں گھڑتے رہیں جن کا کوئی ثبوت نہ تو ہمیں قرآن پاک سے ملتا ہے نہ حدیث سے۔ جب تک یہ صورت حال قائم رہے گی مسلمان اہل مغرب کو کبھی بھی اپنا دوست نہیں سمجھ سکتے۔ اگر وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ فوجی، یا معاشی امداد دیکر وہ مسلم قوم کے دل مسخر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ محض ان کی خام خیالی ہے مسلمانوں کو سب سے زیادہ وابستگی اپنے دین سے ہے اور جو فرد یا قوم بھی ان کے دینی احساس کو مجروح کرنے کی کوشش کرے گی وہ کبھی انھیں اپنا حلیف نہیں بنا سکتی۔"

یہ کتاب اس انگریزی دان طبقہ کے لیے نہایت مفید ہے جو بہ نظر جماعت اسلامی پاکستان سے متعارف ہونا چاہتا ہے۔ کتاب کی طباعت عمدہ ہے اور ضخامت کے لحاظ سے قیمت کم۔ (ص،)